

راشد الحق سمیع

نقش آغاز

متحدہ مجلس عمل کی تاریخ ساز کامیابی

عوامل، چیلنجز، آزمائشیں، خدشات اور امیدیں

۱۰ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے انتخابات کے نتیجے میں بالآخر ملک کے ابرآلود سیاسی افق سے شکوک و شبہات اور خدشات کے تمام بادل چھٹ گئے اور الیکشن میں پاکستانی قوم نے پہلی مرتبہ اپنی سیاسی شعور اور چنگی و بالغ نظری کا نہ صرف ثبوت دیا بلکہ ملک پر قابض دو روایتی برہماتوں اور علاقائی سیکولر تنظیموں کے مقابلے میں دینی قوتوں کے سیاسی اور پسینے انتخابی پیٹ فارم پر اپنے بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔ ملک بھر اور خصوصاً اسلام آباد جیسے شہرے بھی اسے بھرپور عوامی مینڈیٹ ملا اور خصوصی طور پر صوبہ سرحد و بلوچستان کے عوام نے تو ایک نئی انتخابی تاریخ رقم کی۔ پاکستانی قوم نے ان انتخابات کے ذریعے صدر پرویز مشرف، امریکہ اور عالم کفر کے اس مخالف طے کو غلط ثابت کیا کہ پاکستان میں دین و مذہب، مشرقی اقدار اور روایات سے وابستہ افراد کی تعداد دو فیصد اور حقیر نہیں بلکہ یہی حقیقی اور اکثریتی لوگ ہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی ثابت کر لیا کہ یہ ملک سیکولر ازم کے لئے معرض وجود میں نہیں لایا گیا ہے جس طرح کہ پاکستان میں کمیونزم، سوشلزم اور دوسرے تمام ازموں کا تجربہ ناکام ہوا ہے اسی طرح مغربی کلچر اور طرز حکومت کی بھی ہمارے ملک میں کوئی گنجائش نہیں، نیز پاکستانی قوم نے مشرف حکومت کی امریکہ نوازی اور غلامی و کاسہ لیس پرمی ذلت آمیز پالیسی کو بھی پائے تھارت سے ٹھکرا دیا اور اپنے ووٹ کی طاقت سے امریکی اذوں اور اس کے تسلط کے خلاف اپنی بھرپور رائے کا اظہار کیا۔ اس طرح افغانستان میں جو کچھ امریکہ اور مشرف حکومت نے کیا۔ یہ انتخابات اس کا بھی ایک شدید ترین رد عمل کے طور پر سامنے آئے۔ اس طرح پاکستانی قوم نے اس مرتبہ مذہبی جماعتوں کو ووٹ اس بنا پر بھی دینے کے علماء کا بائیس اتحاد ان کا دیرینہ مطالبہ تھا جو کہ محمد بنہ پورا کیا گیا۔ نیز طالبان اور عرب مجاہدوں کی ازوال قربانیوں کے طفیل بھی انتخابات میں عوام نے دینی جماعتوں کے لئے نرم گوشہ اختیار کیا۔ اسی طرح ”دفاع افغانستان و پاکستان کونسل“ کی عظیم الشان خدمات اور امریکہ و مشرف حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک نے بھی اس کامیابی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

لہذا ان تمام عوامل اور زمینی حقائق کے باعث متحدہ مجلس عمل کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اگرچہ متحدہ مجلس عمل کو وہ خاطر خواہ دو تہائی اکثریت پارلیمنٹ میں حاصل نہ ہوئے لیکن اس کی جیسی ہوئی نشستوں کا نتیجہ اتوں رات

تبدیل کیا گیا اور مخالفوں کو جتوایا گیا، لیکن اب بھی اس کی حیثیت پارلیمنٹ اور ملک میں ایک بادشاہ گر کی سی ہے اور اسی کے ہاتھ تخت اور تختہ کی کلیدی صلاحیت موجود ہے۔ مستقبل میں اس کی حیثیت اقتدار اور اپوزیشن دونوں میں کافی وزن رکھے گی۔

آج متحدہ مجلس عمل کے سامنے حکومت سازی کا چیلنج درپیش ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مرحلہ کسی بھی طور سے پل صراط سے نازک نہیں ہے۔ یہ نہایت ہی حساس موقع ہے، قائدین کی معمولی غلطی بھی قوم کو صدیوں پیچھے دھکیل سکتی ہے اور ملک و ملت کو ایک نئی آزمائش سے دوچار کر سکتی ہے اور اگر انہوں نے درست سمت میں فیصلے کئے تو اس کے ثمرات ملک و ملت کے دھندلائے ہوئے مقدر کے ستارے کو صبح روشن کے آفتاب کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔ اس لئے قائدین کو نہایت سوچ سمجھ سیاسی چٹنگی، وسیع انظری اور خصوصاً وسعت ظرفی کا بھرپور مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ حکومت سازی اقتدار اور اختیار کی پہلی کٹھن منزل ہے کہ خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ پہلی ہی منزل میں کہیں کارواں منتشر نہ ہو جائے اور عشروں سے پاکستانی قوم اور امت مسلمہ کا مذہبی جماعتوں کے اتحاد کا یہ خواب دیرینہ اور آرزوؤں کا مقدس آئینہ کہیں پارٹی مفادات کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش نہ ہو جائے اور اسی طرح خدا نہ کرے کہ یہ انا کے مندروں کے بھینٹ بھی نہ چڑھ جائے۔ اگر خدا نخواستہ ایسا ہوا تو یہ ملک اور خصوصاً دینی جماعتوں کی آخری غلطی ہوگی۔ اسی طرح ابھی سے ہی تمام عالم کفر اور شکست خوردہ سازشی عناصر اتحاد و اتفاق کے اس مضبوط قلعے میں نقب زنی کی کوششیں کر رہے ہیں۔ آپ کو داخلی اور خارجی دونوں محاذوں پر ان سے نبرد آزما ہونا ہوگا۔ لہذا آپ کو مکمل ہوشیار رہنا چاہیے۔ آپ کے سامنے اقتدار اصل منزل نہیں ہونی چاہیے بلکہ ملک و ملت کے حقوق کی جدوجہد اور اس کے اسلامی نظریہ کی حفاظت آپ کا مقصد حیات ہونا چاہیے اور اس کے لئے ہماری نظر میں اپوزیشن سے بڑھ کر دوسرا کوئی بھی کردار نہیں ہو سکتا۔ اس طرح متحدہ مجلس عمل میں بعض جماعتوں کے قائدین نے کامیابی کے فوراً بعد نہایت تند و تیز اور جذباتی انداز میں بیانات بھی دیئے جو اس حساس اور نازک موقع پر کسی طور پر بھی مناسب نہ تھے۔ اگرچہ بعد میں اس کی وضاحتیں کی گئیں لیکن اس سے ماحول پر برا اثر پڑا۔ لہذا احتیاط کی کافی ضرورت ہے۔ قائدین کے بیانات میں نہ تو تعصب اور سختی کا عنصر ہونا چاہیے اور نہ ہی کسی سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ نیز اہم بات یہ ہے کہ متحدہ مجلس عمل کی تمام جماعتوں کو ملا کر چلانا چاہیے اور جماعتی مفاد کے مقابلے میں متحدہ مجلس عمل کے متفقہ پلیٹ فارم کے مفاد کو ترجیح دینی چاہیے کیونکہ یہی وقت کی اہم ضرورت ہے متحدہ مجلس عمل کے قائدین کو صوبہ سرحد اور بلوچستان کے صوبوں میں ایسی آئیڈیل اور مثالی حکومتیں بنانی چاہئیں جس کی مثال پاکستان کی کم از کم چھین سالہ تاریخ میں کہیں موجود نہ ہو۔ متحدہ مجلس عمل کے قائدین کو افراط و تفریط اور ذاتی مفادات و خواہشات و ترجیحات کو پس پشت ڈالنے ہوں گے۔ اور اسی طرح حکومتی امور کو چلانے میں حتیٰ الامکان عوام کی غلطیوں سے بچنا چاہیے۔ جس کے مضر اثرات ہمارے

سامنے موجود ہیں۔ تحمل، حکمت، بردباری اور اچھے انداز میں پسند و نصیحت کے ذریعے رعایا کو تادیب و سزا دینا یا جاسکتا ہے کیونکہ الناس علیٰ دین ملو کہم اسی طرح متحدہ مجلس عمل ارکان اسمبلی اور اعلیٰ حکومتی عہدیداروں پر قائدین علماء کا ایسا بورڈ نگرانی کے طور پر تشکیل دے جو ان پر مکمل نظر رکھ سکے اور حکومتی مناصب کے سنبھالنے کے بعد انہیں رواجی شاہانہ پروٹوکول عیش پرستانہ طرز زندگی کو بھی اختیار نہیں کرنا چاہیے، ورنہ اس کے نتائج مستقبل کیلئے انتہائی خطرناک ثابت ہوں گے اور عوام سمجھیں گے کہ علماء اور دوسری دنیا دار جماعتوں کے طرز حکومت میں کوئی فرق نہیں۔

متحدہ مجلس عمل کے الحمد للہ اکثریتی ممبران قومی و صوبائی اسمبلی اور آئندہ سینٹ کے امیدوار اور دارالعلوم حقانیہ سے نسبت رکھتے ہیں۔ جو کہ باعث مسرت امر ہے۔ الحمد للہ دارالعلوم حقانیہ ایک ہمہ جہت تاریخ ساز تعلیمی ادارہ ہے جس نے ہر میدان اور ہر شعبہ زندگی میں قابل اور ہونہار رجال کا رپید اکے ہیں۔ اسی حوالے سے ہم مستقبل کے (سرحد اور بلوچستان) ان حکمرانوں سے چند گزارشات عرض کرتے ہیں۔ تاکہ ان کے آئندہ کے سیاسی اور سفارتی سفر اور پیش آمدہ نئے عالمی اور جغرافیائی حالات میں ان کیلئے مزید آسانیاں اور سہولیات پیدا ہوں۔ جیسا کہ ماضی میں ہم نے تحریک طالبان کے زعماء کے سامنے انہی ادارتی صفحات میں اپنی معروضات پیش کئے تھے۔ اس کے چند اقتباسات اہمیت کے باعث پیش خدمت ہیں:

” (۱) سب سے پہلی چیز تو آپ کے پیش نظر یہ ہونی چاہیے کہ دنیا کا عارضی اقتدار و حکومت آپ کا نہ مقصد رہا ہے اور نہ آئندہ ہونا چاہیے اور نہ ہی یہ آپ کی اصلی پہچان اور وراثت ہے۔

(۲) آپ کی پالیسیوں میں خصوصاً داخلی طور پر بہر صورت نرمی ہونی چاہیے۔ یہ آپ کے حق میں انتہائی مفید ہوگا اگر آپ کی پالیسیاں داخلی طور پر بھی پتھر کی لکیر کی مانند رہیں تو کئی خدشات کے اٹھنے کا امکان ہے۔ کیونکہ تحمل، رواداری، حکمت عملی، قوت برداشت، لچک اور نرمی کامیاب حکمرانوں کا سب سے بڑا سرمایہ رہا ہے۔ پھر جس شاخ میں لچک کا مادہ نہ ہو تو اس کے ٹوٹنے یا کمزور ہونے کا اندیشہ اور فکر ہر وقت لگی رہتی ہے۔

(۳) قرآن و سنت، حدود و تعزیرات کی تنفیذ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو جاری کرنا بحیثیت حکمران طبقے کے آپ کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ لیکن تنفیذ احکام میں ادع الی سبیل ربک بالحکمة و المواعظۃ الحسنۃ کا پہلو نمایاں ہونا چاہیے۔ اور تدریج کا عمل اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہی اصول، اسلوب اور طریقہ کار اسلام قرآن اور حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کا رہا ہے۔ بعض فروعی اور ثانوی مسائل اور جزئیات میں ضرورت سے زیادہ شدت پسندی عوام میں ناپسندیدگی کی وجہ بنتی جا رہی ہے۔ آپ کا عوام اور شہریوں کے ساتھ برتاؤ، سلوک، رویہ نرم اور اعلیٰ اخلاق پر مبنی اور مصلحت پسندانہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہی آداب حکمرانی کے اصول ہیں۔ پھر آپ دیکھتے جائیں کہ آپ کے اچھے کردار و گفتار علم، عمل، حکمت و دانش کی وجہ سے آپ کی رعایا خود بخود مسخر